سورہ روم　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O　　ایت نمبر(۳۱-۳۲)

وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ O مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا کُلُّ حِزۡبٍ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ O

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعة المبارک

[30 رمضان المبارک 1431ھ بمطابق 10 ستمبر 2010]

عنوان

جمعة الوداع اور جشنِ نزولِ قرآن

زیر اہتمام: شعبہ دینی امور جوھری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اثاری سروبہ لاھور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت لسانیت فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کیلئے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہر انسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہذا ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نور قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری اپنی کوتاہی ہے اس ادنٰی سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بتعاون: محترم جاوید اختر جوھری صاحب صدر جوھری ٹرسٹ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَیَشْفِیْنِ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (۱۶۲/۶)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ

آج کے خطبہ کا عنوان جمعۃ الوداع اور جشنِ نزولِ قرآن۔دعا ہے کہ اللہ رب العزت قرآن کے مطابق حق حق اور سچ سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین

جمعۃ الوداع کے دن جامع مسجد میں قریب کا پچاس ہزار کا مجمع تھا۔بلکہ اس سے بھی زیادہ۔اس عظیم الشان گروہ کے ایک آواز پر جھکنے اور اٹھنے کی ہم آہنگی کا نظارہ بڑا دلکش تھا۔اس کی دلکشی تو اس سے بھی ظاہر ہے کہ بڑے بڑے سیاح آپ کے اس تماشے کی تصویریں لینے دور دور سے آتے ہیں اور ان کیلئے مسجد کے سب سے بلند مقام پر ان حضرات کی طرف سے سہولتوں کے سامان بہم پہنچائے جاتے ہیں،جن سے اگر تصویر کشی کے متعلق فتوی طلب کیا جائے تو کبھی تکفیر سے ورے بات نہ کریں۔یہ تو تھا جملہ معترضہ۔لیکن میں پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے ہجوم میں کتنے ایسے تھے کہ جسمانی حرکات کی ہم آہنگی کے ساتھ ان کے قلوب بھی ہم آہنگ ہوں۔اسلام وحدت خیال کے بعد کہ جسے اصلاح میں ایمان کہا جاتا ہے،وحدت فی العمل کا سبق سکھانے آیا تھا اور اس اتحادِ عمل بلکہ وحدتِ خیال وعمل کے بہترین مظاہرے اسی قسم کے اجتماعات تھے۔لیکن ذرا غور کر کے بتاؤ تو سہی کہ اس ظاہری اتحادِ عمل میں حقیقی اتحادِ خیال واعمال کا جذبہ کس حد تک کار فرما تھا؟ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مولوی صاحبان صف بہ صف،ادھر اُدھر لوگوں کو نماز باجماعت کے مسئلے بتاتے پھرتے تھے وہ سمجھاتے تھے کہ صفیں کس طرح سیدھی رکھنی چاہئیں۔دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کس قدر ہونا چاہیئے کندھے کے ساتھ کندھا نہ ملنے سے کتنا عذاب ہوگا۔پہلی صف میں بیٹھنے سے کس قدر ثواب ہوگا۔لیکن سامعین کرام!

ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ بتایا کہ مسلمانو!تم یہاں جمع کس غرض کے لیے ہوئے ہو؟تمہیں نماز کیا پیغام دیتی ہے؟جماعت کے ساتھ ملنا کیوں ضروری ہے؟یہ اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟صفیں کیوں سیدھی ہونی چاہئیں؟''امام''صرف ایک ہی کیوں ہوتا ہے؟ اور اس کی ایک آواز پر بلاچون وچرا سب کو ایک ہی حرکت کیوں کرنی پڑتی ہے؟وہ بھول جاتا ہے تو اسے اس کی یاد دلانے کیلئے اشارہ تو کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی متابعت کیوں کرنی پڑتی ہے اور کیوں اس کی بھول کا کفارہ(سجدہ سہو کی شکل میں)ساری جماعت کو کرنا پڑتا ہے؟ایک وقت میں ہی جماعت کیوں ہوتی ہے؟متعدد جماعتیں کیوں نہیں ہوسکتیں؟''تماشا''دیکھنے والے سیاح جب اس نظارے کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں تو مسلمانوں کے ضبط وانضباط،وحدتِ خیال وعمل،یک نگہی اور

ہم آہنگی، اطاعت وتمسک بالجماعت کی بے حد تعریف کرتے ہیں۔لیکن میرا خیال ہے کہ اس حقیقت سے بھی وہ آشنا ہو چکے ہیں کہ یہ مظاہرہ اب صرف جسموں تک محدود ہو چکا ہے۔قلوب پر اس کا کوئی اثر نہیں۔یہ ایک رسم بن کر رہ گیا ہے۔اس کی روح بالکل بھلائی جا چکی ہے۔آج دنیا کی ہر قوم اپنی تمام قوت اس مقصد کے حصول کے لئے صرف کر رہی ہے کہ ان کے افراد میں اتحادِ خیال و وحدتِ عمل پیدا ہو۔ان کے قلب ونگاہ میں یک جہتی اور ان کی حرکات وسکنات میں یگانگت ہو جائے۔وہ ایک امام متفقہ علیہ کی آواز پر سب کے سب جھک جائیں اور سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں۔اب اندازہ لگاؤ کہ جس قوم میں یہ سب چیزیں بلا محنت وکاوش خود بخود موجود ہوں لیکن اس سے کچھ نتیجہ برآمد نہ ہو، تو اسے تم بے روح مظاہرہ نہ کہو گے تو اور کیا کہو گے؟ اور پھر یہ بھی دیکھو کہ دنیا ضبط وانضباط کی تلاش میں مارے مارے پھر رہی ہے۔محض اس لئے کہ اس طرح اپنے اندر قوت پیدا کر کے کمزور قوموں کے خون سے اپنی تشنگی بجھانے کا سامان فراہم کرے۔لیکن ملتِ اسلامیہ میں یہ سب کچھ اس لئے پیدا کیا جاتا ہے کہ ان کے قلوب پاکیزہ ہوں۔ان کی ذات نشو ونما پائے ۔وہ ہر وقت اللہ کے قانون کو سامنے رکھیں۔ان کا جھکنا ہو تو اس کے لئے ، اٹھنا ہو تو اس کیلئے۔ان کی قوت، ناتوانوں کی حفاظت کیلئے ہو، ان کی طاقت ،ضعیفوں کے حقوق کی نگہداشت کرے۔وہ اپنے ایمان واعمال صالح سے ایسی قوت پیدا کریں کہ استخلاف فی الارض کی نعمتِ کبریٰ سے نوازے جائیں۔اور اس استخلاف سے مقصود ملوکیت نہ ہو۔ بلکہ اس دنیا میں خدا کی ربوبیت (نوع انسان کی پرورش) عام کرنا ہو تو۔

سامعین کرام!

آپ اندازہ لگائیں کہ رمضان کا آخری جمعہ ان مقاصدِ عالیہ کے حصول کیلئے کس قدر عظیم المرتبت نفسیاتی کیفیتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔مہینہ بھر سے خدا کے بندوں میں جسمانی اور قلبی انقلاب پیدا کیا جا رہا تھا۔انہیں ٹھیٹھ سپاہیانہ زندگی کا خوگر بنایا جا رہا تھا۔ان کے دلوں کو تمام خباثتوں سے پاک اور ان کی نگاہوں کو تمام آلودگیوں سے پاک کیا جا رہا تھا۔ان سے ایک وقت مقررہ کیلئے حلال وطیب چیزیں بھی چھڑائی گئی تھیں تا کہ وہ حرام اور خبیث چیزوں کی طرف نگاہ تک بھی نہ اٹھائیں۔اس کے بعد انہیں ایک جگہ جمع کیا گیا کہ وہ جائزلیں اپنے تمام اعمال کا اور محاسبہ کریں اس انقلاب کا جو ان کے اندر پیدا ہوا ہے۔اپنی انفرادی خودی، جس کا یوں استحکام کرایا گیا ہے، اسے ایک اجتماعی کل کا جزو بنا دیں اور یوں اطاعت امیر ،مرکزیت، ایثار، تمسک بالجماعت، اتحادِ عمل ،اور ائتلافِ خیالات کے جیتے جاگتے مظاہرے تجدیدِ عہد وفا کریں اور اٹھتے جھکتے بار بار اپنے اللہ کے سامنے اس دعوے کی عملی شہادت پیش کریں کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (٦/١٦٣)

میری صلوٰۃ اور تمام دیگر مخلص اعمال، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ رب العالمین (یعنی اللہ کی رب العالمینی کو عام کرنے) کے لئے ہے۔

معزز سامعین!

تم سمجھتے ہو کہ ایسے انقلاب در آغوش افراد کی یہ جماعت دنیا میں کیا کچھ نہ کر سکتی ہو گی۔لیکن اس کے بعد ذرا ایک مرتبہ اس ''ہجوم

مومنین'' کی نماز پر پھر نگاہ ڈالو۔ ساری نماز پر نہیں۔ نماز کے صرف ایک ٹکڑے پر۔ ذرا سوچو کہ پچاس ساٹھ ہزار انسانوں کا گروہ ،اللہ کے سامنے رو بہ قبلہ، مسجد میں کھڑے ہو کر یہ اقرار کر رہا ہو کہ۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ

اے اللہ! ہم صرف تیری محکومیت کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس کے سوا ہر قسم کی غلامی کا طوق ہم پر حرام ہے۔ لیکن زبان سے یہ الفاظ ادا کر رہا ہو اور دماغ سینکڑوں خداؤں کا بت کدہ بن رہا ہو، تو اس دعوٰی کو تم خدا فریبی اور خود فریبی نہ کہو گے تو اور کیا سمجھو گے؟

جشنِ نزول قرآن ایک ہی جماعت کے دو پہلو اور ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔ عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں تمہیں اسے پہلے بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔ اب جشنِ نزول قرآن کے ضمن میں مختصراً بتانا چاہتا ہوں۔ اس کی تمہید میں کچھ ایسے نکات بھی سننے میں آئیں گے کہ جو عید میلاد کے سلسلہ میں (یا مقام محمدیؐ کے ضمن میں) بتا چکا ہوں۔

اب غور سے سنوں کہ قرآن کے متعلق، خود قرآن بھیجنے والا کیا کہتا ہے قرآن خدا کی کتاب ہے اور کتاب بھی ایسی کہ جس کے متعلق بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ترا کشید و دست از قلم کشید خدا۔ یہی وہ آخری کتاب ہے جس کے مطابق عدالت خداوندی سے کائنات النفس و آفاق کے معاملات کے فیصلے ہوتے اور جس کی روح سے قوموں کو ان کی موت و حیات کے پراوانے ملتے ہیں۔ قرآنی تعلیم کا نقطۂ ماسکہ یہ ہے کہ کائنات میں ہر شے خدا کے متعین کردہ قانون کے مطابق سرگرم عمل ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ محیر العقول کارگہ ہستی جس کے تصور سے ذہن انسانی ورطۂ حیرت ڈوب کر رہ جاتا ہے اس حسن و خوبی اور ربط و ضبط سے چل رہا ہے کہ اس میں نہ کہیں سقم ہے نہ خلل، نہ فساد نہ انتشار، نہ تزاحم ہے نہ تصادم۔ ہر شے اپنے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں انتہائی جذب وانہماک سے سرگرداں ہے اور اس سعی و عمل کا مجموعی نتیجہ، تعمیر وارتقاء (construction and progress) کی شکل میں ہر آن سامنے آجاتا ہے۔ قرآن کا کہنا یہ ہے کہ اسی قسم کے غیر متبدل قوانین۔ جنہیں عام طور پر مستقل اقدار (permanent values) کہا جاتا ہے۔ انسانی زندگی کے لئے بھی مقرر ہیں اگر انسانی معاشرہ ان قوانین کے مطابق تو اس کا نتیجہ خارجی کائنات کی طرح تعمیری اور ارتقائی ہوگا۔ اگر وہ اس کے خلاف چلے تو تخریب اور فساد کے جہنم میں جا گرے گا۔ چونکہ انسانی معاشرے کے متعلق قوانین، مجرد اور غیر محسوس شکل (abbtract form) میں ہیں، اور خارجی کائنات کا نظم و نسق انسان محسوس طور پر اپنے سامنے دیکھ سکتا ہے، اس لئے قرآن، انسانی زندگی سے متعلق مجرد قوانین کو کائنات کے محسوس شواہد کی مثالوں سے سمجھاتا ہے۔ یہی طریق اللہ تعالٰی نے خود قرآن کے تعارف کیلئے اختیار کیا ہے۔ مثلاً سورہ واقعہ میں ہے۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمُ ان سے کہو کہ نہیں! بات یہ نہیں کہ میں ان حقائق کو یونہی نظری طور پر بیان کر کے آگے بڑھ جاؤں گا۔ میں انہیں کائنات کے محسوس نظام کی مرئی مثالوں سے سمجھاؤں گا۔ اس ضمن میں، میں سب سے پہلے ستاروں کی گزرگاہوں کو بطور شہادت پیش کرتا ہوں وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ اور اگر تم علم و بصیرت کی بارگاہ سے دریافت کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ شہادت کتنی عظیم شہادت ہے۔ میں ستاروں کی گزرگاہوں۔ ان کے طلوع و غروب کے مواقع۔ کو اس حقیقت کبرٰی کے اثبات کے لئے بطور شہادت پیش کرتا ہوں کہ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ

یہ قرآن بڑے شرف ومجد کا حامل اور نوع انسانی کے لئے بے حد نفع رساں اور عزت بخش ہے۔ خود واجب التکریم اور جو اسے راہ نما بنا لے اسے واجب التکریم بنا دینے کا ضامن اور کفیل۔

سورۃ تکویر میں اسی اجمال کو ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جہاں فرمایا کہ۔ فَلَا اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ نہیں! میں شہادت میں پیش کرتا ہوں ان سیاروں کو جو پچھلے پاؤں لوٹ جاتے ہیں اور انہیں یعنی جو ایک برق پا غزالہ کی طرح تیزی سے آگے بڑھ کر چھپ جاتے ہیں وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ اور شہادت میں پیش کرتا ہوں رات کو جب وہ آہستہ سے دبے پاؤں آتی ہے اور اسی طرح خاموشی سے دبے پاؤں لوٹ جاتی ہے۔ اور صبح کو جب وہ اپنی مسیحا نفسی سے، ساری دنیا کو حیات نو کا پیام دینے کیلئے مشرق کے جھروکے سے نمودار ہوتی ہے میں شہادت میں پیش کرتا ہوں ان تمام کائناتی شواہد کو اس حقیقت کبریٰ کی تبیین کے لئے کہ:

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ جس شخص کی زبان سے تم اس قرآن کو سن رہے ہو وہ ہمارا بھیجا ہوا قاصد ہے اور نہایت معزز اور واجب التکریم قاصد یعنی یہ پیغام (قرآن) بھی اَلۡكَرِيۡم ہے اور اس کا لانے والا بھی اَلۡكَرِيۡم اور جس خدا نے اسے بھیجا ہے وہ بھی اَلۡكَرِيۡم سورہ اطلاق میں ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ یہ فضائی کرے جو اس قدر عظیم الجثہ ہونے کے باوجود اس حسن وخوبی سے اپنے اپنے افلاک میں تیرتے پھرتے ہیں اور اپنی گردش سے زندگی کے نئے نئے پہلو سامنے لاتے ہیں وہ اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جا رہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تاکہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین